بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انقلابِ عظیم کی ضرورت

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥
تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ قرآن حکیم

کہو - خدایا شاہی و جہانداری تجھی کو سزاوار ہے۔ تو جسے چاہے ملک بخش دے اور جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے۔ بیشک تیری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ تو ہی رات کو دن میں لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔ جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے۔ اور تو جسے چاہتا ہے اپنے خزانۂ کرم سے بے حساب بخش دیتا ہے"۔

دنیا خدا کی ہے اور خدا ہی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اس کو جس طرح چاہے چلائے یا چلانے کا حکم دے۔ اس میں کسی قوم اور کسی ملک کا استثنا نہیں۔ احمر ہو یا اسود، مشرقی ہو یا مغربی، امریکی ہو یا افریقی۔ غرض اس آسمان کے نیچے جو کوئی بھی بستا ہے اور اپنے کو انسان کہتا ہے اس کے لئے قدرت کا قانون ایک ہے اور اس کی پیدائش کا صرف ایک ہی منشا ہے۔ اس قانون اور اس منشا کے سامنے جو کوئی سر تسلیم خم کرے گا وہ انسان ہے، وہ کامیاب ہے اور خدا کا پیارا ہے۔ برعکس اس کے جو کوئی سرتابی کرے گا وہ ظالم ہے، طاغی ہے، باغی ہے اور اس کو ضرور سزا ملنی چاہئے۔ یہ سنتِ اللہ ہے اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔

ہر حاکم اور ہر بادشاہ اپنی اپنی رعیت کے لیے یہی کر رہا ہے اور اپنے اپنے محدود اور عارضی دائرے میں اسی عمل کو وہ بجا سمجھ رہا ہے۔ اس میں شک و ریب اور عذر و معذرت کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی کہ سب حاکموں کا حاکم، سب بادشاہوں کا بادشاہ اور سب مالکوں کا مالک خدا بھی اپنی زمین پر بسنے والے اپنے آسمان کے نیچے رہنے والے اپنی ہوا میں سانس لینے والے اور اپنی پیدا کی ہوئی اشرف مخلوق کو جو چاہے حکم دے اور اس کی زندگی کا منشا جو چاہے مقرر کرے اور اس کی خلاف ورزی کی شکل میں جس قسم کی چاہے سزا دے۔

اگر ایک باپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی اولاد سے اپنی فرمانبرداری اور اطاعت کا خواہشمند ہو اگر ایک آقا اس بات کا مجاز ہے کہ وہ اپنے ملازم پر چند سکوں کے عوض اپنی خوشنودی کے موافق فرض عائد کرے اور اگر ایک بادشاہ کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنی حکومت کیلیے ہر اس چیز کو اپنی رعایا کیلیے جائز سمجھے جو اس کے حیطۂ امکان میں ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ جس نے اولاد اور والدین آقا اور ملازم بادشاہ اور رعیت سب کو پیدا کیا اور سب کا آقا اور سب کا بادشاہ ہے وہ اپنی محکومیت اور اپنی اطاعت اور اپنی فرمانبرداری کا ان سے کیوں نہ مطالبہ کرے۔

اگر والدین اولاد کی عارضی پرورش کر کے آقا تنخواہ دیکر، بادشاہ چند انتظامی امور انجام دیکر انسانوں سے اپنی اپنی خواہش کے مطابق خدمات حاصل کر سکتا ہے تو تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا کہ وہ خدا جس نے اپنی ربوبیت، رحمانی اور رحیمی کے لاانتہا انعامات سے نواز ا نواز رہا ہے نواز تا رہے گا، ہوا، پانی، زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ اور خود انسان کے جسم کے اندر اور جسم کے باہر جو کچھ بھر دیا ہے کیا اس کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے۔

اور پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کا منشا اور اس کا مطالبہ الگ الگ اور جدا جدا ہو، جس طرح کائنات کے اندر قدرت کا ایک ہی ہاتھ کام کر رہا ہے اور ہر شخص ایک ہی قانون میں جکڑا ہوا ہے ٹھیک اسی طرح اس کا منشا انسانوں کی تخلیق سے بھی صرف ایک ہی ہو سکتا ہے، یہودی ہوں یا نصرانی، سکھ

ہوں، یا پارسی، ہندو ہوں یا مسلمان اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی اس لئے ہر قوم اور ہر ملک ہر قریہ کے لئے خدا کا پیغام آیا اور خدا کے رسول مبعوث ہوئے، ولکل قوم ھاد

ہر مذہب نے ایک ہی چیز کی تعلیم دی اور ہر آسمانی پیغام اور اس کے پہنچانے والے نے ایک ہی چیز کی دعوت و تبلیغ کی اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ یہ پکار ایک کی طرف سے تھی یہ آنے والے ایک کی طرف سے آئے تھے، وہ پکار اور وہ دعوت و تبلیغ کیا تھی غور کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ زمین والوں کو آسمانی تو ہیں میں بجز نا اہل مقصود تھا جس کو اصلاح کے نام سے پکارا گیا اور اس کی خلاف ورزی کو فساد کہا گیا اور پھر تاکید اً کہا گیا ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔

جو کچھ کہا گیا یہ حقیقۃ الامر تھا لیکن آج کیا حال ہے جس طرف دیکھو خود سری اور خود پرستی ہے۔ اب منشائے خداوندی کے پورا کرنے کی تڑپ کسی کے دل میں نہیں، افراد اسی دھن میں ہیں اور قومیں اسی ادھیڑ بن میں، رعایا اسی کی شکار ہے اور حکمران اسی کے طلبگار، والدین اسی طرف بلا رہے ہیں اور اولاد اسی طرف جا رہی ہے اور اساتذہ اسی کی تعلیم دے رہے ہیں، مذہب کے نام پر بھی یہی کیا جا رہا ہے اور سلطنت کے نام پر بھی اسی کی طلب ہے۔ منشائے خداوندی کے مطابق نہ تو ہم محکوم رہنا چاہتے ہیں اور نہ حاکم ہم پر حکومت کرنا چاہتا ہے خوشنودی مولا کے لئے نہ تو آج ہم زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں نہ کل کیلئے کوئی امید ہے جدھر دیکھو فرعونیت ہے اور جس طرف نظر اٹھاؤ ایک قسم کی نمرودیت ہے۔ الا ماشاء اللہ

ہمیشہ سے افراد کی فطرت ہی اسی کو ڈالا گیا اور قوموں کو اسی کی تعلیم دی گئی تھی اسی کا نام مذہب تھا اور اسی کو اسلام کہتے تھے لیکن آج مغائرت کی انتہا نظر آتی ہے کیونکہ ہر شخص اور ہر قوم کا ایک الگ مذہب ہے اور ایک الگ اسلام ہے وکل حزب بما لدیھم فرحون۔

کسی کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کے لئے کوئی بھی جدوجہد نہیں کرتا کہ خدا کی یہ اشرف مخلوق یکجہتی کے ساتھ پھر خدا کے منشا کو پورا کرنے میں لگ جائے جو ایک ہی ہو سکتا ہے دو اور تین نہیں۔

مذہب کی تعلیم ہمیشہ دائیک ہی رہی کیونکہ خدا کا منشا ایک ہی تھا۔ قوموں نے بار بار اس کو بھلا یا اور پیغمبران وقت نے بار بار آکر اس کو یاد دلایا۔ اخیر میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن کی تعلیم دی گئی جس کو قیامت تک کے لئے آخری پیغام اور آخری دعوت قرار دیا گیا اور ایک قوم یعنی مسلمانوں کو اس کے لئے منتخب کیا گیا کہ وہ اب اسی فرض کو ادا کرتے رہیں گے جس کو انبیاء و رسل ہمیشہ سے انجام دیتے آ رہے تھے لیکن اس انتہائی مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے کہ رہبر خود رستہ بھول گیا اور روشنی دکھانے والا خود ہی تاریکی میں ہے کیونکہ اسی چراغ کو گل کر کے علیحدہ رکھ دیا ہے اور کیا قرآن اور مسلمانوں کے بارے میں آج اس کے سوا کوئی دوسری بات کہی جا سکتی ہے۔ اگر دنیا شاگرد ہو سکتی تھی تو مسلمانوں کی اور قرآن کو لیکر اگر دنیا کا کوئی استاد ہو سکتا تھا تو وہ مسلمان تھے لیکن جو حال آج شاگرد کا ہے وہی استاد کا کیونکہ استاد بنانے والی چیز بے معنے ہو کر رہ گئی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اگر یورپ لامذہبیت کی خوشنما زندگی بسر کرنے کے لئے سر جا رہا ہے جس چیز کو اختیار کئے ہوئے ہے تو ایشیا بھی صحیح معنوں میں خدا پرست باقی نہیں رہا ہے اور اگر نصرانی عیسوی تعلیم کو اور یہودی موسوی تعلیم کو مسخ کر چکے ہیں تو مسلمان بھی قرآنی تعلیم سے کورے ہو رہے ہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی تعلیم کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔

اگر مسولینی ، ہنڈنبرگ اور میکڈانلڈ وغیرہ کوئی مذہبی آدمی نہیں ہیں تو نادر شاہ ، رضا شاہ پہلوی اور مصطفےٰ کمال پاشا بھی روئے زمین پر حکومت الٰہی کے قیام کے لئے جہاد نہیں کر رہے ہیں اور اسی طرح اگر دنیا کی دوسری قومیں اپنے اپنے پیشواؤں کے دیئے ہوئے سبق کو فراموش کر چکی ہیں تو مسلمان کب مسلمان باقی رہے ہیں۔

اگر بالشویزم مذہب کا دشمن ہے تو یورپ زدہ مسلمان کون سی مذہب پرستی کا ثبوت دے رہے ہیں اور اگر روس کے مسلمان مذہبی قیود سے آزاد کئے جا رہے ہیں تو چین کے مسلمان کب مذہبی قیود

میں جکڑے ہوئے ہیں اور اگر شام و فلسطین، عراق و مصر کے مسلمان قومیت اور وطنیت کے رنگ میں رود نیل اور دجلہ کے پانی سے رنگین ہوتے جا رہے ہیں تو ہندوستان کے مسلمان کب گنگا اور جمنا کے پانی میں غوطے نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ نہ تو انڈین نیشنل کانگریس کا مطلب حکومتِ الٰہی کا قیام ہے اور نہ آل مسلم پارٹیز کانفرنس، مسلم لیگ، خلافت کانفرنس اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس وغیرہ وغیرہ کی غرض خدا کے بندوں کو خدا سے وابستہ کرنا اور آسمانی قوانین کا پابند بنانا ہے۔

مسلمانوں کے اسلامی مدارس ہوں یا مغربی تعلیم کے لیے تعلیم گاہیں عملی رنگ میں حکومتِ الٰہی کی کہاں تعلیم ہے اور قوانینِ الٰہی کا پابند کہاں بنایا جاتا ہے۔ اس بات کو سوچو اور غور کرو ؟ ؟ ؟

مسجد کے ممبر ہوں یا قومی مجالس کے مواعظ اخبارات و رسائل کے صفحات ہوں یا مستقل تالیف و تصنیف کے اوراق، خانگی گفتگو ہو یا انجمن کے اندر تحاویز کے دستاویز۔ الغرض ان میں سے کسی ایک جگہ سے بھی قوانینِ الٰہی کے نفاذ اور حکومت الٰہی کے قیام کی مستقل طور پر صدا نہیں بلند ہوتی اور انسانوں سے یہ نہیں کہا جاتا کہ جس طرح تم اپنی مرضی سے آپ پیدا نہیں ہو گئے اسی طرح تم اپنی زندگی کا مقصد بھی آپ متعین نہیں کر سکتے بلکہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے وہی اس کا دستور العمل پیش کر سکتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں اور انسانی زندگی کے ہر شعبے میں یہی نظر آتا ہے کہ یا تو کھلم کھلا انہیں پیدا کرنے والے سے لوگوں نے بغاوت و تمرد کر رکھی ہے یا مذہب کے بھیس میں اور مذہب کے نام پر غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی مبتلا کر رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ملیں گے جن کو خلوص ہے اور کچھ کرنا چاہتے لیکن اس میں بھی اپنی رائے، اپنی خواہش یا غیر کی رائے اور غیر کی خواہش کی آمیزش کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عمل غلط ہے اس لیے نتیجہ بھی غلط ہی برآمد ہو گا جیسا کہ ہو رہا ہے۔

میں نے جو کچھ کہا اس کو قرآن کی روشنی میں دیکھنا چاہیے اور اس خدائی عینک کو آنکھوں پر چڑھا کر اپنا اور غیر کا تماشہ کرنا چاہیے پھر حرف بحرف اس بات کی تصدیق ہو جائیگی اور جو کچھ کہا گیا وہ بالکل صحیح ثابت ہو گا۔

جب حال یہ ہے تو اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دنیا کے ہر گوشے میں ایک انقلابِ عظیم کی ضرورت ہے زندگی کے ہر شعبے میں انقلابِ عظیم کی ضرورت ہے اور یہ ایسا مذہبی انقلاب ہو جو عالمگیر ہو، ہمہ گیر ہو اور نہایت زبردست اور حد درجہ موثر ہو۔

ضرورت کا احساس اس راہ کی پہلی منزل ہے اس کے بعد اس حربے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے سے یہ انقلاب کیا جائے پھر تیسرے درجہ میں یہ امر ہے کہ اس حربہ کا استعمال کیونکر ہو ان ہر سہ سوال کا جواب ہماری طرف سے نہیں آسمان و زمین کے مالک خدا انسانوں کے پیدا کرنے اور پالنے والے رب العالمین کی طرف سے قیامت تک کے لئے ایک اور صرف ایک ہے یعنی "قرآن"۔

قرآن مجید کی تعلیم معنی و مطلب کے ساتھ اسی کے بتلائے ہوئے طریقے پر عام اور لازمی ہو تو احساس صحیح بھی پیدا ہو جائیگا اس کا طریق استعمال و مصرف بھی معلوم ہو جائیگا اور انشاء اللہ نتیجہ بھی سامنے آجائیگا۔ قرآن کی تعلیم سے خود رائی، خود غرضی، خود سری مٹ جائیگی، فساد فی الارض دور ہو جائیگا، امنِ عام قائم ہو جائیگا، انسانوں کے اندر انسانیت آجائیگی، مسلمان مسلمان بن جائیں گے، خالق اور مخلوق، عبد اور معبود کی حدیں سمجھ میں آجائینگی۔ اور ایسا معیار ہاتھ آجائیگا کہ حق و باطل کی پرکھ آسان ہو جائیگی اور دل کی آنکھوں پر حق کی عینک اس طرح چڑھ جائیگی کہ ہر قطرہ اور ہر ذرہ اپنے اپنے اصلی رنگ میں ہر گھڑی اور ہر آن پیش نظر ہوگا۔

آج جو دنیا باغی اور غاصب بنی ہوئی اپنی اپنی من مانی زندگی بسر کر رہی ہے وہ حکومتِ الٰہی کی شکل میں تبدیل ہو جائیگی انسانوں میں عبدیت کی شان پیدا ہو جائیگی اور لوگوں کے دل محبتِ الٰہی سے معمور ہو جائیں گے جس کا نام قرآن کی قائم کی ہوئی "ارضی جنت" ہم کہتے ہیں۔

ہماری دعا کا ایک شعر

پھر جائے سماں قرونِ اولیٰ کا — نقشہ کوئی پھر بدل دے دنیا کا